اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

غائبانہ نمازِ جنازہ

جائز نہیں

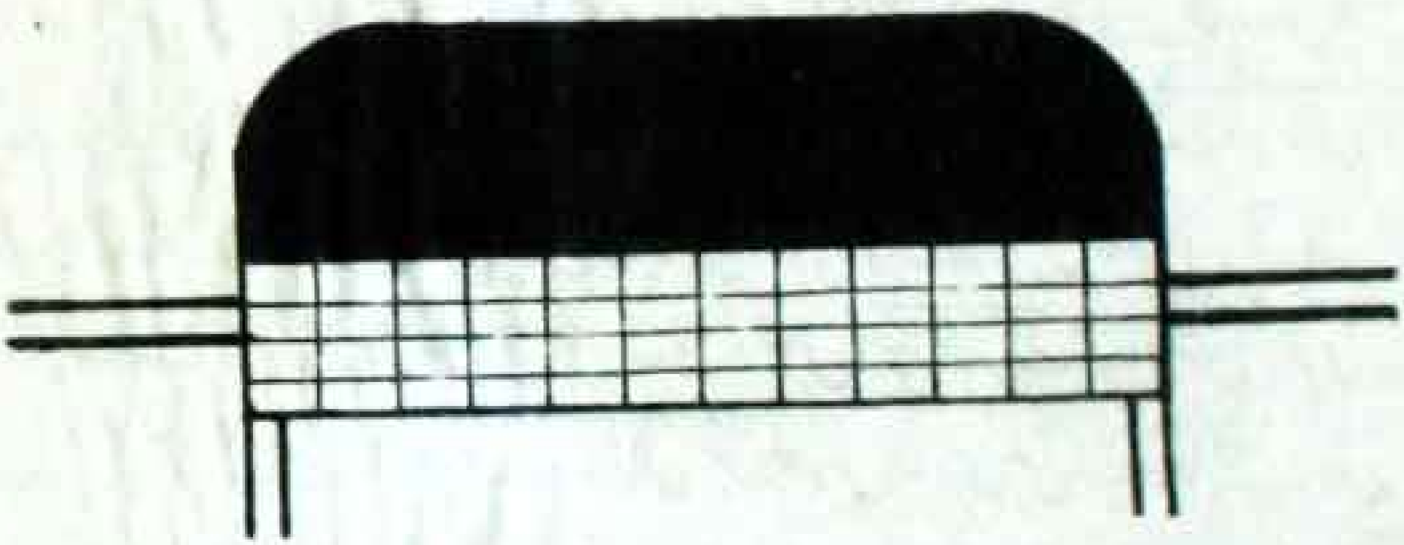
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ فیضانِ مدینہ کراچی

غائبانہ نمازِ جنازہ

جائز نہیں



مُصنّف:

اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی

ناشر

مکتبہ فیضانِ مدینہ کراچی

حرفِ آغاز

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ کو بریلی شریف، یو۔ پی۔ (بھارت) کے محلہ جسولی میں بوقتِ ظہر رونق افزائے دہر ہوئے[1]۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے[2]۔ جدِ امجد نے احمد رضا خاں نام رکھا۔ اور والدۂ ماجدہ پیار سے امّن میاں کہا کرتیں۔ بریلی والے انہیں عالم اہلِ سنت اور بڑے مولوی صاحب کہا کرتے جبکہ علمائے اہلِ سنت اُنہیں اعلیٰ حضرت اور فاضلِ بریلوی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ امام احمد رضا خاں چودھویں صدی میں ایسے عاشقِ رسول ہو گزرے ہیں کہ کسی چشمِ بینا کو اس صدی میں ایسا کوئی دوسرا نظر نہیں آیا ہوگا۔ اِسی تعلقِ خاطر اور فنا فی الرسول ہونے کے باعث آپ نے اپنے نام سے پہلے عبد المصطفیٰ لکھنے کا التزام کر لیا تھا۔ اور فخریہ کہا کرتے تھے[3]:

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی پیدائش کی تاریخ آیتِ کریمہ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ سے نکالی جس کے عدد ۱۲۷۲ھ ہیں۔ ایمان کے دل میں ثبت ہونے اور تائیدِ ایزدی ہی کا تو یہ کرشمہ ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کے خلیفۂ مجاز یعنی شاہ محمد حسین الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۱۔

[2] بدر الدین احمد، مولانا: سوانحِ اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۲۸۔

[3] [illegible]

(المتوفی ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء) کے خلیفہ مولوی رحمٰن علی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) نے فرمایا: "مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا تھا اور چھ سال کی عمر میں ایک عظیم الشان جلسے میں رسالہ میلاد پڑھ کر سنایا تھا۔[1]

امام احمد رضا خاں بریلوی نے ۱۴/ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم معقول و منقول کی تحصیل سے سندِ فراغ حاصل کر لی تھی اور اسی روز سے آپ کو فتویٰ نویسی کی مسند پر بٹھا دیا گیا تھا جبکہ اُسی روز آپ نے رضاعت سے متعلق ایک فتوے کا جواب بھی تحریر فرمایا تھا۔ اُسی روز سے آپ پر نماز فرض ہوئی یعنی بالغ ہوئے تھے۔ اُس روز آپ کی عمر تیرہ سال دس ماہ اور پانچ روز تھی۔[2]

فاضلِ بریلوی نے زیادہ تر علوم اپنے والدِ ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) سے حاصل کیے۔[3] جدِ امجد مولانا رضا علی خاں (المتوفی ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء) کی آپ پر خاص نگاہِ لطف و کرم تھی۔ جنہیں اعلیٰ حضرت کے عقیقہ کے روز خواب میں بتایا گیا تھا کہ یہ نومولود گوہرِ نایاب اور یگانۂ روزگار ہوگا۔[4]

فاضلِ بریلوی اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں سید آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے دستِ حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور ساتھ ہی اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات پر مرشدِ برحق کو بڑا ناز تھا۔[5]

۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت میسر آئی

---

[1] :۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۸۔

[2] :۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر:۔ فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۶۸۔

[3] :۔ بدرالدین احمد، مولانا:۔ سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۷۰۔

[4] :۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۸

[5] :۔ محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: مجددِ اسلام، ص ۳۷۔

تو شافعیہ کے مفتی شیخ احمد دحلان اور حنفیہ کے مفتی شیخ عبدالرحمن سراج سے حدیث، فقہ اصول اور تفسیر کی سندیں حاصل کیں۔ اسی موقع پر شافعیہ کے امام مولانا حسین بن صالح جمل اللیل انہیں بغیر کسی سابقہ تعارف کے اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک وہ ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا:۔

إِنِّي لَأَجِدُ نُوْرَ اللهِ مِنْ هٰذَا الْجَبِيْنِ — میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں

معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنکھوں والے تھے اور انہیں نور بصیرت اور فراست مومنانہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی پیشانی میں اللہ کا نور نظر آ رہا تھا۔ پھر انہوں نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی اور اس میں آپ کا الہامی نام ضیاء الدین احمد رکھا گیا۔ اس سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۵۶ھ/۸۶۸ء) تک درمیان میں صرف گیارہ واسطے ہیں۔[1]

دوسری دفعہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوبارہ یہ سعادت آپ کو میسر آئی۔ یہ سال اس لحاظ سے بڑا اہم اور تاریخی ہے کہ اس مبارک موقع پر اصل سنیت و حنفیت اور برطانوی شرارت کی پیدا کردہ جعلی سنیت و حنفیت کے درمیان اللہ اور رسول کے دونوں پاک شہروں میں قدرت نے علمائے حرمین شریفین کے ہاتھوں فیصلہ کروایا۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چودھویں صدی کی تجدید دین و ملت کا تاج امام احمد رضا خاں بریلوی کے سر پر رکھا جس کے باعث اس موقع پر علمائے حرمین طیبین نے آپ کا ایسا اعزاز و اکرام کیا کہ اس مقدس سرزمین پر ایسا اعزاز شاید ہی کسی ہندی بزرگ کو نصیب ہوا ہو۔[2]

اس موقع پر ان حضرات نے آپ کی عدیم المثال علمیت کو جو خراج عقیدت پیش کیا وہ ان تعاریظ سے ظاہر ہے جو انہوں نے الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین اور کفل الفقیہ پر لکھی تھیں۔[3]

---

[1] محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۹۔

[2] بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۷۴۔

[3] شجاعت علی قادری، مفتی: مجدد الامۃ عربی، مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۱۔

اس موضوع پر مخدومی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کا مقالہ فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں اسلامی لٹریچر کے اندر ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس سے بہت سی اُن غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ جو بعض حضرات نے محض اپنا دِل خوش کرنے اور اپنے دِل کی لگی بجھانے کے لیے پھیلا رکھی ہیں جبکہ اُن کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ باقی رہا منافقینِ مدینہ اور ارشاد المسلمین لاہور والوں کی طرح نری ضد اور مخالفت برائے مخالفت کی قسم کھا بیٹھنا تو اس کا علاج اللہ ربّ العزت کے پاس ہے جس کے قبضہ و قدرت میں دِلوں کی چابیاں ہیں۔

انگریز حکمرانوں نے کلمۂ طیبہ کے دونوں پروں کو اُکھاڑ پھینکنے یعنی عقیدۂ توحید و عقیدۂ رسالت کو مسخ کروانے اور متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایمان کی دولت سے محرُوم کرنے کی خاطر دِلی کے مشہور و معرُوف سُنّی حنفی خاندانِ عزیزی کے ایک نوجوان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب (المتوفی ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) سے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھوائی اور اپنے پایۂ تخت کلکتہ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے لاکھوں کی تعداد میں خود اُسے شائع کروا کے پورے ملک میں مفت تقسیم کیا۔

یُوں انگریزوں نے متحدہ ہندوستان کے سُنّی حنفی مُسلمانوں کو توحید و رسالت کے حقیقی مفہوم سے منحرف کرنے اور اُنہیں بارگاہِ رسالت کا گستاخ بنا کر ایمان کی دولت سے محرُوم کرنے کی کوشش کی۔ یہ ہے وہ برطانوی شرارت جو ہندوستانی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے کی گئی، جس کی تخم ریزی تقویۃ الایمان کے ذریعے عمل میں لائی گئی۔ یہی وہ کتاب ہے جس کو مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے چچازاد بھائی یعنی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفویۃ الایمان کہا کرتے تھے[1]۔ یعنی اُن کے نزدیک بھی یہ کتاب ایمان کو موت کے گھاٹ اُتار دینے والی تھی۔ آخر کار اس کتاب کے مصنف کو راسخ العقیدہ پٹھانوں نے بالاکوٹ کی سرزمین میں دفن کر دیا تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی عمرِ عزیز کی آخری منزلیں طے کر رہے تھے۔ کہ

---

[1] قاضی فضل احمد لدھیانوی، مولانا: انوار آفتابِ صداقت، جلد [illegible]

گاندھویت کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس فتنے نے سابقہ تمام فتنوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔ سابقہ تمام فتنوں کی پرورش انگریزی حکومت کے زیر سایہ ہوتی رہی تھی لیکن گاندھویت کا فتنہ اسلام و مسلمین کے ازلی اور پُراسرار دشمن گاندھی کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہا تھا۔ یہ فتنہ اپنی ہمہ گیری کے باعث سابقہ تمام فتنوں سے بازی لے گیا تھا اور اتنا پُراسرار و غیر محسوس ہے کہ آج بھی سرزمینِ پاکستان میں پوری شدت کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔

یہ بات کتنی حیران کُن تھی کہ مسلمانوں میں سے کتنے ہی چوٹی کے علماء اور لیڈر کہلانے والے اس موقع پر گاندھی کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ اُن میں سے بعض تو شیخ الہند، شیخ الاسلام اور امام الہند وغیرہ کہلا کر مسلمانوں کے مفادات پر ہندو لیڈروں سے بھی بڑھ چڑھ کر کاری ضربیں لگا رہے تھے۔ بے خبر مسلمان اُن کی دورنگی کو سمجھنے سے قاصر رہ گئے کیونکہ ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ کرنے والے اُن مولویوں کی زبانوں پر اُس وقت بھی تو قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا وِرد ہی جاری رہتا تھا۔ اُن حضرات کی تمام صلاحیتیں مشرکین ہند کے مفادات کی خاطر وقف ہو کر رہ گئی تھیں اور ہر دیدۂ بینا کو صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ حضرات گاندھی کی پُراسرار اسلام دشمن پالیسی کا عربی ترجمہ تھے۔ وہ بظاہر اپنے ہی نظر آ رہے تھے لیکن اپنے نہیں رہے تھے بلکہ گاندھی کے مقلد اور ہندوؤں کے یارِ غم خوار بن گئے تھے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو قلم ہاتھ میں سنبھالا اور آخری دم تک مذکورہ دونوں قسم کے علماء کا علمی میدان میں مقابلہ کرتے رہے۔ آپ متواتر چون سال تک برطانوی سازش کو پروان چڑھانے والے اور گاندھوی علماء کے خلاف لکھتے رہے جو بڑی رازداری کے ساتھ مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگا رہے تھے۔ آپ نے قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ہر ایک پر حجت قائم کی۔ اُسے خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا یاد دلایا۔ وہ حضرات نہ زندگی بھر اپنی غیر اسلامی روش سے باز آئے اور نہ اپنے غیر اسلامی عقائد و نظریات کو کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی ثابت کر سکے۔ اعلیٰحضرت کے اسی کارنامے کو احقر نے یوں بیان کیا ہے۔

جو بارہ سو چھیاسی سن سے لے کر آخری دم تک

ہو چون بعد سال مذہب کی حمایت میں لڑا اتم ہو سلہ

یہ زندہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں حضرات اولیاء اللہ نے اسلام پھیلایا تھا۔ وہ سارے اُسی جماعت کے فرد تھے جنہیں اہلِ سنت و جماعت کہا جاتا ہے۔ فقہی لحاظ سے وہ سُنی حنفی تھے اور جتنے بھی انہوں نے اس ملک میں مسلمان بنائے وہ سارے سُنی حنفی ہی بنائے تھے۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اُسی جماعت کے ایک فرد تھے اور اُسی برحق مذہب کے دفاع میں گمراہ گردں سے متواتر چون سال قلمی میدان میں برسرِ پیکار رہے تھے۔ ان سُنیوں حنفیوں ہی کے وہ سلاطینِ عظام تھے جنہوں نے سات آٹھ سو سال تک متحدہ ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ اور فقہ حنفی کو اس ملک پر صدیوں تک قانون کی حیثیت حاصل رہی تھی۔ آزاد ہونے پر اگر پاکستان میں چالیس سال کے اندر فقہ حنفی کا نفاذ نہیں ہو سکا تو یہ انگریزوں کے پیدا کیے ہوئے اور گاندھوی علماء کی مہربانیوں کا کرشمہ ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ سرزمین پاک و ہند اسلام کی تخم ریزی کے لیے بہت ہی زرخیز ثابت ہوئی تھی۔ اس مردم خیز زمین سے بعض ایسے افراد بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جن کی بعض علمی نگارشات نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ وہ علمی جواہر پارے اپنے اپنے میدان میں ایسی امتیازی حیثیت کے حامل ہیں کہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کو مشعلِ راہ کا کام دیتے رہیں گے۔ وہ امتیازی علمی کارنامے ہدیۂ انظارِ ناظرین ہیں:۔

۱۔ سرمایۂ ملت کے ایک عدیم المثال نگہباں یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے مکتوبات جو تین دفتروں کے اندر ہیں وہ فارسی نثر میں علم و عرفان اور رُشد و ہدایت کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے۔ فارسی نظم میں جس طرح مثنوی مولانا روم کا پورے اسلامی لٹریچر میں جواب نہیں اسی طرح فارسی نثر میں مکتوباتِ امام ربانی بھی ایسا عدیم المثال

سلہ ۔۔ عبد الحکیم خاں اختر، ناچیز: اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، طبع اول، ص ۱۱۸۔

نصابِ ہدایت ہے جس کی نظیر شاید چشمِ فلکِ کہن نے اس میدان میں آج تک نہ دیکھی ہو۔

۲۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء) نے پانچ سو علمائے کرام کے ذریعے فتاویٰ عالمگیری مرتب کروایا جو فقہ حنفی کی کتابوں میں لاجواب اور قابلِ قدر اضافہ ہونے کے ساتھ اسلامی قانون کی مکمل کتاب ہے۔

۳۔ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کی ردِ روافض میں تحفہ اثنا عشریہ نامی کتاب اس درجہ تحقیقی اور ہر لحاظ سے مکمل ہے کہ اس میدان میں پوری دنیا کے اندر شاید ہی کسی عالم نے کوئی ایسی کتاب لکھی ہو جو اس کے مقابلے پر رکھنے کے قابل ہو۔

۴۔ شیخ الہند، بانیٔ حرمین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) کی ردِ عیسائیت میں اظہار الحق نامی کتاب عربی زبان کے اندر اس درجہ لاجواب اور مکمل ہے کہ اس میدان میں دنیا کے کسی عالم کی کوئی شاید ہی ایسی کتاب ہو جس کو اظہار الحق کے سامنے رکھا جا سکے۔

۵۔ قرآنِ مجید کے یوں تو اردو میں بہت سے ترجمے منظرِ عام پر آ چکے ہیں لیکن چودھویں صدی کے مجددِ برحق، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الایمان کے نام سے جو ترجمہ کیا۔ اس کا پورے اسلامی لٹریچر میں جواب نہیں ہے۔ گمراہ گروں نے اس کی مقبولیت سے پریشان ہو کر علمی میدان میں اپنے عجز کا خاموش اعتراف کرتے ہوئے اس پر پابندی لگانا ضروری سمجھا ہوا ہے لیکن :-

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں کلامِ الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ ترجمہ ایک جانب تفاسیرِ معتبرہ کے عین مطابق ہے تو دوسری جانب اردو ادب کی جان ہے۔ یہ ترجمہ عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کا نگہبان اور حفظِ مراتب کا پاسبان ہے۔ واقعی کنز الایمان اسم با مسمّٰی یعنی ایمان کا خزانہ ہے۔ اسی لیے تو راقم الحروف

نے لکھا ہے :۔

ترجمہ قرآں کا لکھا کنزِ ایمان کر دیا

سہ

اے مترجم! واقفِ رمزِ خدا پائندہ باد

۶ :۔ فخرِ احناف امام ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب درِ مختار کی ردالمحتار کے نام سے ایسی شرح لکھی جو فقہ میں اُن کی وسیع النظری اور جامعیت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ ردالمحتار کو فقہ حنفی میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ قسامِ ازل نے اِس سے بھی بڑا شرف امام! احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی قسمت میں لکھا تھا کہ انہوں نے پانچ جلدوں میں ردالمحتار کی جدالممتار کے نام سے شرح لکھ دی۔ حق یہ ہے کہ مولانا بریلوی نے فقہی میدان میں تحقیق وتدقیق اور وسعت نظر کے لحاظ سے علامہ شامی کو بھی منزلوں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ سُنا ہے کہ جدالممتار اب مبارک پور اعظم گڑھ (بھارت) سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونیوالی ہے۔

۷ :۔ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز چودھویں صدی کے مجددِ برحق، پروانۂ شمعِ رسالت اور آسمانِ فقاہت کے ایسے مہرِ درخشاں ہوئے ہیں کہ اُن پر مجتہد ہونے کا گمان گزرنے لگتا ہے۔ کیونکہ بعض فتوے کچھ انہوں نے ایسے ہی بلند پایہ تحریر فرمائے ہیں جن سے شانِ اجتہاد جھلکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ معاصرین میں سے کوئی بڑی سے بڑی ہستی فقہی میدان میں آپ کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکی۔ آپ ایک جانب پوری دنیا کے مفتیٔ اعظم و فقیہِ اعظم تھے تو دوسری طرف شیخ الکل، فقیہ النفس، شیخ الہند، شیخ الاسلام، امام الہند اور حکیم الامت وغیرہ القاب کے اپنے جملہ معاصرین میں سے سب سے زیادہ مستحق آپ ہی تھے۔ لبعض لوگوں نے اِن القاب کو دوسروں پر چسپاں کر کے حقیقت کا مُنہ چڑانے کی کوشش کی ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کا فتاویٰ بارہ ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس عظیم الشان فقہی ذخیرے کا پورا نام العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ ہے۔ جسے عام بول چال میں فتاویٰ رضویہ شریف کہتے ہیں۔ مولانا بریلوی کے ایک عربی فتوے کو دیکھ کر آپ کے معاصرین میں سے محافظِ کتب حرم، مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) نے

فرمایا تھا کہ اگر امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) اسے دیکھتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ اس رسالے کے مؤلف کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرمالیتے۔

میدانِ فقاہت میں کامل مہارت رکھنے والے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ بات فقہ میں مہارت رکھنے والے ہر منصف مزاج پر عیاں ہے کہ امام احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی رضویہ کو دیکھ کر اُن پر ابوحنیفۂ ثانی ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ فتاوٰی رضویہ کی سات جلدیں مکمل اور دو نامکمل صورت میں چھپ چکی ہیں، جبکہ باقی جلدیں ہنوز اہلِ سنّت وجماعت کی بے حسی کا ماتم کررہی ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلدیں بھی چھپ جائیں اور یہ عدیم المثال فقہی کارنامہ شایانِ شان طریقے سے منظرِ عام پر آجائے، آمین وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

آئندہ سطور میں نمازِ غائبانہ کے متعلق امام احمد رضاخاں بریلوی کا ایک تحقیقی فتوٰی ہے۔ قارئین کرام اس کی روشنی میں مفتی کی شانِ فقاہت اور حدیث وفقہ میں وسیع النظری ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہیں وہ چند پراگندہ سطور جو مجھے اللہ رب العزت کے اُس مقبول بندے اور شمعِ رسالت کے عدیم المثال پروانے کی حمایت میں نصیب ہوئیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

گدائے درِ اولیاء:- عبدالحکیم خاں اختر

مجددی مظہری شاہجہان پوری

لاہور

۷/ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

مطابق ۲۲/جولائی ۱۹۸۸ء۔

الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب

مسئلہ

از معسکر بنگلور جامع مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ کہ حنفی مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لیے ہوں، پھر دوبارہ پڑھنا۔ اور نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر امام شافعی مذہب ہو تو اس کے اقتداء سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہو جائیں گے یا نہیں؟ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل رکھتا ہے یا نہیں؟ ہمارے بلاد دکن، اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے۔ امید کہ عبارات عام فہم ہوں گی کہ بکار آمد ہو۔

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد للّٰہ الذی لا یشفع عندہٗ الا باذنہ والصلوٰۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین۔

جواب سوال اوّل

مذہب مہذب حنفی میں جبکہ ولی[1] نمازِ جنازہ پڑھ چکا یا اُس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی، ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو نماز مطلقاً جائز نہیں۔ نہ اُن کو جو پڑھ چکے اور نہ اُن کو جو باقی ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے۔ جو اِس کا خلاف کرے، مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کُتبِ مذہب متون و شروح و فتاوٰی اِس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اِس مسئلہ کی پوری تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز میں بفضلہٖ بروجہ اتم ہو چکی ہے۔ یہاں صرف نصوص و عبارات ائمہ و علمائے حنفیہ خصہم اللہ تعالٰی بالطاف الخفیہ ذکر کریں اور از انجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو۔ اِن میں جدت و زیادت کا لحاظ رکھیں و باللہ التوفیق۔ یہاں کلام بنظرِ انتظامِ مرام[2] چند انواع پر خواہانِ انقسام۔

---

[1] المراد بالولی ھھنا ھو الاحق وبغیرہ من لیس لہ الحق فاحفظ وسیاتی التفصیل۔ ۱۲ منہ

[2] ہر نوع بعون الٰہی خصیص دلیل مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جن کی حاجت واقع ہوگی اور محلِ خلاف میں قول ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا وباللہ التوفیق۔ ۱۲ منہ۔ [3] لا یدخل للقبر عندہ موضع

نوعِ اوّل

(نمازِ جنازہ دوبارہ روا نہیں)

(۱) درمختار میں ہے :۔

تکرارھا غیر مشروع — نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے :۔

تکرار الصلوٰۃ علی میتۃ واحد غیر مشروع — ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(۳) امام اجل، مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاد امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔

باب فتاوی الشافعی وحدہ — مابہ قال وقلنا ضدہ

وجائز فی فعلہا التکرار — وفی القبور یدخل الادثار

یعنی نمازِ جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے۔ ہمارے نزدیک جائز نہیں۔

(۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی۔ (۵) فتاویٰ عالمگیریہ

(۶) جامع الرموز میں ہے۔

لا یصلی علی میت الا مرۃ واحدۃ — کسی میت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے

(۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں :۔

سقوط فرضہا لواحد فلو اعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ۔ — نمازِ جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اب اگر پڑھیں تو مکرر ہو جائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔

بحرالرائق و شامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں۔

(۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی۔ (۹) نہایہ شرح ہدایہ۔
(۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے۔

لا تعاد للصلوٰۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ

کسی میت پر دو دفعہ نماز نہ ہو۔ ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا کوئی اس کا حق ساقط نہیں کر سکتا۔

نوع دوم

(دوبارہ پڑھیں تو نفل ہو گی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں)

---

(۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی۔
(۱۳) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی۔
(۱۴) جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری۔ (۱۵) دُرر شرح غُرر۔
(۱۶) بحرالرائق شرح الکنز للعلامہ زین۔ (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر۔
(۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز۔
(۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے:۔

الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع (زاد فی التبیین) ولھذا لا یصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ نماز نفل طور پر جائز نہیں۔ اس لیے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں۔

حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولی فلو نفعلہ للفریق الثانی لکان نفلاً

میت کا حق پہلے فریق نے ادا کر دیا اور فرض کفایہ نماز اول سے ساقط ہو گیا۔ اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہو گی اور یہ جائز نہیں

وذا غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ۔ — جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں۔

(۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوٰی ہندیہ۔

(۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے:۔

التنفل بصلوۃ الجنازۃ غیر مشروع۔ — نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔

(۲۳) امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:۔

المذھب عند اصحابنا ان التنفل بھا غیر مشروع۔ — ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں۔

(۲۴) بحر العلوم، ملک العلماء، رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:۔

لو صلوا الزم التنفل بصلوۃ الجنازۃ وذا غیر جائز۔ — پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے۔

ردالمحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔

نوع سوم

یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے، غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی، اب اعادہ نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہو گیا۔ ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی، امام میں تھی تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی تو کسی کی صحیح نہ ہوئی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابوالفضل۔

(۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ
(۳۴) مجتبیٰ (۳۵) شرح التنویر للعلائی۔
(۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب درِ مختار۔ (۳۷) ردّ المحتار۔
(۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ۔
(۴۱) رحمانیہ میں ہے:۔

بعضہم یزید علیٰ بعض والنظم للدرامّ بلاطہارۃ والقوم بہا أعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ دلوامتہ لسقوط فرضہا بواحد۔

امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور برعکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہوکر فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہوگیا۔

محیط و بحر الرائق کے لفظ یہ ہیں:۔

لو کان الامام علیٰ طہارۃ والقوم علیٰ غیرہا لا تعاد لان صلوٰۃ الامام صحت لو اعادوا تتکرر الصلوٰۃ وانہ لا یجوز۔

امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی۔ اب اگر پھیریں تو نماز جنازہ دوبار ہوگی اور یہ ناجائز ہے۔

شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں:۔

وان کان القوم غیر طاہر لا تعاد لان الاعادۃ لا تجوز۔

اگر مقتدی بے طہارت ہوں تو نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبارہ جائز نہیں۔

نوع چہارم

جب ولی خود یا اُس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھ لے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نمازِ جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعہ۔

(۴۶) غرر للعلامۃ مولیٰ خسرو۔

(۴۷) تنویر الابصار و جامع البحار لشیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی۔

(۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامۃ ابنِ کمال پاشا۔

(۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق۔

(۵۱) شرح منیہ ابنِ امیر الحاج۔

(۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے:۔

واللفظ لمتن العلامۃ ابراھیم الحلبی لا یصلی غیر الولی بعد صلاتہ۔	یہ الفاظ علامہ ابراہیم حلبی کے متن کے ہیں۔ کہ ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے۔

امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں:۔

ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز للحدان یصلی بعدہ۔	ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے تو اُس کے بعد کسی کو نماز پڑھنا جائز نہیں۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا:۔

لا یصلی احد علیھم بعدہ وان صلی وحدہ ولی۔	ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اُس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔

حلیہ کی عبارت یہ ہے:۔

قال علماءنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذٰلک لا تشرع الصلوٰۃ علیہ ثانیۃ بغیرہ۔	ہمارے عُلماء نے فرمایا کہ جب میت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے تو دوبارہ اُس کے بغیر اُس پر کسی کو نماز مشروع نہیں۔

(۵۳) مختصر قدوری۔ (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن ابی بکر الجلیل الفرغانی۔

(۵۵) نافع متن مستصفی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی۔

(۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابنِ نجیم۔

(۵۷) شرح الملتقی للعلامۃ شیخی زادہ۔

(۵۸) شرح النقایہ للقہستانی۔ (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ۔

(۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے:۔

ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ۔

اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔

غنیہ کے لفظ یہ ہیں:۔

عدم جواز صلاۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا:

ولی کے بعد سب کو ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔

(۶۲) مستصفی للامام النسفی۔

(۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔

لولم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ۔

اگر سلطان حاضر نہ ہوا اور ولی پڑھ لے تو اب کوئی اعادہ نہیں کر سکتا۔

نوع پنجم

کچھ ولی کی خصوصیت نہیں، حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا امام مسجد محلۂ میت کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا:۔

وکذا بعد امام الحی و بعد کل من یتقدم علی الولی۔

اور یونہی اگر محلۂ میت کا امام یا دیگر حق دار پڑھ لیں تو اوروں کے لیے بعد میں پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبیٰ علی صدر الشریعۃ۔

(۶۷) حواشی سید حموی میں ہے:۔

تخصیص الولی لیس بقید لانہ

کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان اسلام

لو صلی السلطان او غیرہ ممن هو اولی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ۔

وغیرہ جو ولی سے اولیٰ ہیں ان کے نماز پڑھ لینے کے بعد کسی کو یہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے۔

اذا منعت الاعادۃ بصلاۃ الولی فبصلاۃ من هو مقدم علی الولی اولیٰ۔

جب ولی کے بعد دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ جو ولی سے بھی مقدم ہیں تو ان کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجہ اولیٰ ہے۔

(۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے:

لا یجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلوٰۃ الولی الاحق۔

ولی وغیرہ جو اس نماز میں صاحب حق ہیں، ان میں سے کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔

حلیہ کی عبارت نوع چہارم میں گزری۔

نوع ششم

ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لیے اعادہ کر سکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا، وہ ان کی نماز میں شریک نہیں ہو سکتا۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) دُرِّ مختار۔

(۷۳) بحر الرائق (۷۴) قُنیہ

(۷۵) شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبد العلی۔

(۷۶) شرح الملتقی للعلامۃ عبد الرحمن الرومی۔

(۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی۔

(۷۸) شرح منظومہ مباین و بیان للعلامہ ابن الشحنہ۔

(۷۹) طحاوی علی الدر میں ہے:۔

ولفظه لیس لمن یصلی اولاً ان یعید مع الولی۔

(الفاظ اُسی کے ہیں) جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۰) فتح القدیر میں ہے:۔

ولذا قلنا لم یشرع لمن صلی مرۃ التکرار۔

اسی لیے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایک بار پڑھ چکا اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں۔

(۸۱) شامی علی الدر میں ہے۔

لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجه بخلاف الولی لانه صاحب الحق۔

اس لیے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔

نوع ہفتم

جب ولی نے دُوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریکِ نماز نہ ہُوا یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہوگیا تو ان صُورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے:۔

ان اذن الولی لغیرہ فصلی لا تجوز له الاعادۃ۔

اگر ولی کے اذن سے دُوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جائز نہیں۔

(۸۳) بحر میں ہے:۔

اذن لغیرہ بالصلٰوۃ لا حق له فی الاعادۃ۔

ولی جب دُوسرے کو نماز کا اذن دیدے اب اُسے اعادہ کا حق نہیں

(۸۴) فتاوٰی امام قاضی خاں۔ (۸۵) فتاوٰی ظہیریہ

(۸۶) فتاوٰی ولوالجیہ (۸۷) واقعات

(۸۸) تجنیس للامام صاحب ہدایہ (۸۹) فتاوٰی عتابیہ۔
(۹۰) فتاوٰی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ
(۹۲) نہایہ اولیٰ شرح ہدایہ (۹۳) منبع
(۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شلبی علی زیلعی الکنز
(۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی
(۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ
(۱۰۰) شرح ملائی۔ (۱۰۱) ہندیہ میں ہے واللفظ للعنایہ عن الولوالجی وللشبلی عن النہایۃ عن الولوالجی والظہیریۃ والتجنیس وللبحر عنہم وعن الواقعات:-

رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرۃ۔

ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کریگا کہ ایک بار پڑھ چکا۔

نوع، ششم

یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھیں بلکہ اُن کے اذن سے کوئی پڑھ دے، جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔

۱۰۲ تا ۱۱۹ یعنی نمبر ۸۰ سے ۱۰۱ تک کی تمام کتب مذکورہ۔

(۱۲۰) فتح القدیر۔

(۱۲۱) فتح المعین میں ہے۔ امامن ذکرنا لفظہم انفانیا لفاظ متفقۃ والباقون بمعان متقادیۃ وھذا لفظ الخانیۃ:-

ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی مصر او امام

اگر امیر المومنین یا سلطانِ اسلام یا قاضی یا والیٔ شہر یا امام مسجد محلۂ میت نے نماز پڑھ لی تو ہمارے

(۱۳۲) خانیہ۔ (۱۳۳) وجیز کردری۔

(۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے:۔

و للفظ للوجیزمات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلوٰۃ الاولی باذن الوالی او القاضی لا تعاد۔

(لفظ وجیز کے ہیں) غیر شہر میں مرا، اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی، پھر اُس کے اقارب آئے اور اُس کے وطن لے گئے۔ اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔

نوع نہم

اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان و حکام کہ اُس سے اَولیٰ ہیں، بعد کو آئے تو اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انہیں اختیار اعادہ ہے۔ وھو محمل ما فی الدر عن المجتبیٰ وفی النھایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ و الطحطاوی وفی العنایہ والبرجندی عن النھایۃ وفی للفاتح شرح القدوری وفی ابو سعید علی الدر عن المجتبیٰ وغیرہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیار اعادہ نہیں۔ معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی۔ ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہرا من حیث الدلیل اقویٰ ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا اور ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا۔ غرض ہر طرح اعادہ اور تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں۔

(۱۳۶) غایۃ البیان شرح الہدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے:۔

ھذا علی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا لسلطان ولا لغیرہ۔

یعنی ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے، یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ

حیث لیس للولی ان یعید فی ظاہر الروایۃ زاد الذین سقناہ لفظھم لانھم اولٰی بالصلوٰۃ۔

اگرچہ ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اِس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں۔

(۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ

(۱۲۴) بحر۔

(۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے:۔

لو صلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لا یکون لہ حق بالاعادۃ۔

سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں، اُن کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حقِ اعادہ نہیں۔

کفایہ و مستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور اُن کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں۔ امام مسجدِ جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر در مختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح اور پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم ہے۔

(۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ۔

(۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔

ولو صلی الامام المسجد الجامع لاتعاد

مسجد جامع کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں

(۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع

(۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے۔

امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی۔

امامِ محلہ بھی اِس امر میں مثل سلطان ہے کہ اُس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ:۔ امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اَولیٰ ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور در مختار میں مجتبیٰ و شرح المجمع للمصنف سے نقل فرمائی۔ حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبیٰ نقل کرکے فرمایا وَھُوَ اَحْسَنُ۔ یہ کلام عمدہ ہے۔ اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا۔

(۱۳۷) صغیری میں ہے۔

ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ۔

ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی۔

(۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے:۔

من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ۔

ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اس کا کوئی غیر۔

(۱۳۹، ۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:۔

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمقادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوٰۃ الولی و بہ جزم فی السراج و غایۃ البیان والنافع۔

کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا۔ تو سلطان کو بھی شامل تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد سلطان بھی اعادہ نہ کرے اور اسی پر جوہرہ و غایۃ البیان و نافع نے جزم فرمایا۔

(۱۴۱) مستصفیٰ للامام النسفی۔

(۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے:۔

الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان او غیرہ۔

اصل حق ولی کا ہے ولہٰذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی اور۔

(۱۴۳، ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:۔

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لا ویدل علی ھذا قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان

کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اُس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں؟ سراج و مستصفیٰ میں منع فرمایا اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا:۔ ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے۔

يصلى بعدہٗ ونحوہ فی الکنز وغیرہ لقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن النافع[1] لیس للسلطان ثم اید روایۃ النافع اھ ملخصاً۔

کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے جن میں سلطان بھی شامل ہے اور معراج میں نافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تائید فرمائی۔

(۱۴۵) بحر الرائق میں ہے:

صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ۔

ولی پڑھ چکا، پھر وہ لوگ (سلطان وغیرہ) آئے جو ولی پر مقدم ہیں، انہیں اعادہ کا اختیار نہیں۔

وبھذا اول البحر التوفیق فحمل ما فی النہایۃ والعنایۃ

---

[1] : النافع ھذا ھو المستصفی للامام الاجل ابی البرکات النسفی شرح فقہ النافع الشہیر بالنافع للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی قد قال رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر کتابہ المصفٰی شرح المنظومۃ النسفیۃ لما فرغت من جمع النافع ھذا واملائہ وھو المستصفٰی سألنی بعض اخوانی ان اجمع للمنظومۃ شرحا مشتملا علی الدقائق شرحتہا وسمیتہ المصفٰی تظھر ان المستصفی والنافع شیٔ واحد وھو شرح النافع والمصفٰی غیرہ وھو شرح المنظومۃ فلیس عین المستصفٰی ولا اختصارہ ولا المستصفٰی شرح المنظومۃ وقد وقع ھٰھنا غلط من العلامۃ الکاتبی فی کشف الظنون فتنبہ ومن اشد العجب ان استدل علٰی ما ادعاہ من ان المستصفی شرح المنظومۃ وان المصفٰی اختصارہ بما مرّ من کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر المصفٰی مع انہ شاھد باعلٰی نداء علٰی نقیض ما ادعاہ ثم اعاد ذکر المستصفٰی فی النافع فجعلہ شرحہ علی الصواب وذکر قیل انہ المصفٰی ولیس بالصواب فاعلم ۱۲ منہ۔

علی ما اذا تقدم الولی بمحضر السلطان من دون اذنہ وما فی السراج والمستصفیٰ علی ما اذا تقدم وھم غیب ثم حضروا ونازعہ فی النھر بان کلماتھم متفقۃ علی ان لا حق للسلطان فمن دونہ قبل الولی الا عند حضورھم فالخلاف انما ھو اذا حضروا۔

اقول :۔ کیفما کان الامر فالذی یقول باعادۃ السلطان انما یقول اذا حضروا تقدم الولی بلا اذنہ قال فی الحلیۃ فی تصویر ھذا الخلاف صلی الولی والسلطان او امام الحی او من بینھما حاضر ولم یتابعہ الخ وکذالک قید فی النافع بقولہ ان حضر قال فی شرحہ المستصفیٰ انما قدم السلطان لعارض ولھذا قال ان حضر اھ۔ وفی المجتبیٰ صلی الولی لم یجز ان یصلی احد بعدہ ھذا اذا لم یحضر السلطان اما اذا حضر وصلی الولی یعید السلطان اھ۔ ومثلہ فی الفتح وفی الدر لو صلی الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان اھ۔ وفی المعراج والحاوی عن المجتبیٰ للسلطان الاعادۃ اذا صلی الولی بحضرتہ اھ۔ وفی علی المراقی صلی ولی واراد السلطان ان یصلی علیہ فلہ ذلک جوھرۃ یعنی اذا کان حاضرا وقت الصلوٰۃ ولم یصل مع الولی ولم یاذن لاتفاق کلمتھم ان لا حق للسلطان عند عدم حضورہ نھر اھ۔ فظھر سقوط ما وقع لعبد الحلیم علی الدرر من قولہ ان السلطان اذا لم یحضر فصلی من دونہ بحضر السلطان یعیدھا ان شاء اھ۔ فلیتنبہ وباللہ التوفیق۔

نوع دہم

حدیہے کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے

شریک ہو جائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا، جیسے نمازِ عید ھٰذا السلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے۔ بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیارِ اعادہ نہ رہا۔ یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔

(۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر

(۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نور الایضاح

(۱۵۰) محیط میں ہے۔

صح لخوف فوت الجنازة — اندیشۂ فوت جنازہ کیلئے تیمم جائز ہے۔

(۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ

(۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ

(۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی

(۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے۔

واللفظ للاصلاح والوقایة ھو لمحدث وجنب حائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلوٰة الجنازة لغیر الولی اھ۔ ومثله فی الغرر غیرانه قال لغیر الاولی۔ مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اُس میں نمازِ جنازہ فوت ہو جانے کا خوف کریں تو اُن کو تیمم جائز ہے۔ سوا اُس کے جو اِس نماز کا احق ہو کہ اُسے خوفِ فوت نہیں۔

مختصر الوقایہ کے لفظ یہ ہیں:۔ ما یفوت لا الی خلف کصلوٰة الجنازة لغیر الولی۔ جوازِ تیمم کے عذروں سے ہے۔ ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہو سکے جیسے غیر ولی کے لیے نمازِ جنازہ۔

(۱۵۹) منتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔

لایجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس — جس کا انتظار ہو گا یعنی ولی واولیٰ اُسے تیمم

فلولم ينتظره اجزاه.
جائز نہیں اور جسکا انتظار نہ ہو اُسے تیمم جائز ہے.

(١٦١) طحطاوی علی الدر میں ہے.

يعتبر الخوف بغلبة الظن
خوفِ فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے.

(١٦٢) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں.

قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت
الصلوٰة علی الجنازة و فی صلوٰة العیدین
لان ذٰلك اذا فات لم يقضــــــ.

نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے
ـــــ پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے
اس لیے کہ ان دونوں کی قضا نہیں.

(١٦٣) ہدایہ
(١٦٤) مجمع الانہر میں ہے.

لانه لا تقتضى فيتحقق العجز.
اسلئے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا.

(١٦٥) حلیہ
(١٦٦) برجندی

(١٦٧) مراقی الفلاح
(١٦٨) فتاوٰی خیریہ میں ہے.

انما تفوت بلا خلف (زاد البرجندی)
بالنسبة الی غیر الولی.
نمازِ جنازہ ہو چکے تو غیرِ ولی کیلئے اس کا بدل
نہیں ہے.

(١٦٩) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ:۔

صلوٰة الجنازة والعيد تفوتان لا الی بدل
لانهما لا تقضيان فيتحقق العجز.
نمازِ جنازہ و عید فوت ہو جائیں تو اُنکا بدل نہیں کہ وہ
قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا.

(١٧٠) عنایہ میں ہے:۔

كل ما يفوت لا الی بدل جاز اداؤه
بالتيمم مع وجود الماء وصلوٰة الجنازة
عندنا كذالك لانها لا
تعاد.
ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے
ہوئے اُسے تیمم سے ادا کرسکتے ہیں اور نمازِ جنازہ
ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ
نہیں ہو سکتی.

(١٧١) تبیین
(١٧٢) ارکان میں ہے:۔

صلوٰة الجنازة تفوت لا الی خلف
نمازِ جنازہ کا فوت ہو جانے پر بدل نہیں تو

فصار الماء معدوما بالنسبة الیھا۔ اس کے لیے پانی معدوم ٹھہرا۔

(۱۷۳) ظہیریہ۔ (۱۷۴) عالمگیریہ۔

(۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نورالایضاح۔

(۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے:۔

والنظم للدر ولو جنبا او حائضا اس کے لیے جنب وحائض کو بھی تیمم روا ہے۔

نوٹ:۔ اور یہ مسئلہ وقایہ واصلاح غرر سے واضح تر گزرا۔

(۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ

(۱۸۱) طحطاوی المراقی (۱۸۲) حلیہ

(۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر:۔

یجوز التیمم للولی اذا کان من ھو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت

سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اُسے بھی خوفِ فوت ہو سکتا ہے۔

(۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر

(۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے واللفظ لھذین:۔

یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ۔

ولی دُوسرے کو اذنِ نماز دے جب بھی اُسے تیمم روا ہے اور جسے ولی نے اذن دیا، اب اُسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی۔

نوٹ:۔ پہلی صُورت میں ولی کو خوفِ فوت ہوگیا اور دُوسری صُورت میں صاحب اذن کو اب خوفِ فوت نہیں رہا۔

(۱۸۷) فتاوٰی کبرٰی (۱۸۸) فتاوٰی قاضی خان۔

(۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری۔

(۱۹۱) فتاوٰی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر۔

(۱۹۳) جواہر الخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے۔

تیمم فی المصر وصلی علی جنازة ثم اتی باخری فان کان بینهما مدة یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنه) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلک التیمم اھ قال فی الدر به یفتی اھ قال فی المضمرات و الجواهر والهندیة علیه الفتوی۔

پانی ہوتے ہوئے بخوفِ فوت تیمم سے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اب دوسرا جنازہ آیا۔ اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کر لیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے اور مہلت نہ پائی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے۔ اسی پر فتوٰی ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ القدسی

(۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے۔

مجرد الکراهة لایقتضی العجز المقتضی الجواز التیمم لانها لیست اقوی من فوات الجمعة والوقتیة مع عدم جوازه لهما۔

یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں، یہ اس سے زائد تو نہ ہوگی بلکہ اجازت اس لیے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔

تنبیہ:- ما ذکرنا من عدم جوازه للولی نسبوه روایة الحسن عن الامام الاعظم وعزاه فی الجوهرة للنوادر وصححه فی الهدایة والخانیة والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحه فی الجوهرة والهندیة والمستخلص والمراقی وعلیه مشی فی الخلاصة والعنایة والمنیة والهدیة والکافی والدرر والمجتبٰی وجامع الرموز وقال صدر الشهید به ناخذ کما فی الخلاصة وکذا صححه الامام شمس الائمة الحلوانی کما فی الغیاثیة عن منتقی وفی الغنیة عن الذخیرة۔

اقول:- فما وقع فی ابن کمال باشا من نسبة تصحیح خلافه

بشمس الائمة وتبعه عبد الحليم على الدرر والشامی علی الدر فکانه سبق نظر قالوا فی ظاهر الروایة ملجوز للولی ایضاً وان الانتظار فیها مکروه وجوابه ما نقلنا انفا علی البرهان فما بعده وعزاه فی الخلاصة للاصل والفتاوی الصغری وعلیه مشی فی الظهیریة وخزانة المفتین وصححه فی جواهر الاخلاطی وعزا تصحیحه فی عبد الحلیم لخواهر زاده فی الرحمانیة لحاشیة شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیة وفتاوی الغرائب والظهیریة۔

اقول :۔ لکن الذی رایت فی الغیاثیة ما قدمت ان قال الحلوانی الصحیح وروایة الحسن ولفتی بهذا اھ فلعلها العتابیة لجملة نقاء فرشت فوحدته۔

اقول :۔ وقد اسمعناک التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والوافی والغرر والهدایه وقصر الاجازة علی خوف الفوت عنها وعن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وکلها متون المذهب المعتمد علیها الموضوعة لنقل المذهب فلا اقل من ان یکون ایضاً ظاهر الروایة وقد تظافرت علیه تصحیحات الجلة ولا یذهب علیک ماله من قوة الدلیل فعلیه یجب الاعتماد والتعویل وقد اشار فی الحلیة الی التوفیق بان عدم الجواز للولی اذ لم یحضر من هو اقدم منه والجواز اذا حضروا الیه یومی کلام الغنیة والبحر۔

اقول :۔ ولقد کان احسن توفیقا لولا ان نص الاصل والصغری سواء کان مقتدیا او اماما ونص الظهیریة والخزانة لو کان اماما ونص الجواهر مقتدیا او اماما او من له حق الصلوٰة علیه ونص النصاب یجوز التیمم للامام ومن له حق الصلوٰة فالصواب ابقاء الخلاف وتحقیق ان

الحق هو هٰذا التفصيل واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوع یازدہم

(۱۹۹) ہدایہ	(۲۰۰) کافی
(۲۰۱) تبیین	(۲۰۲) فتح القدیر
(۲۰۳) غنیہ	(۲۰۴) سراج وہاج
(۲۰۵) امداد الفتاح	(۲۰۶) مستخلص

(۲۰۷) طحطاوی علی المراقی والمنح للفتح۔

ترك الناس عن آخرهم الصلوٰة على قبر النبي صلى الله عليه وسلم ولو كان مشروعا لما اعرض الخلق كلهم من العلماء ولا الصالحين والراغبين فى التقرب اليه صلى الله عليه وسلم بانواع الطرق عنه فهٰذا دليل ظاهر عليه فوجب اعتباره۔

تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں عُلماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے پر کھُلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج و غنیہ و امداد سے یوں ہیں:۔

والا يصلى على قبره الشريف الى يوم القيامة لبقائه صلى الله تعالى عليه وسلم كما دفن طريا بل هو حتى يرزق و يتنعم لسائر الملاذ و

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقتِ دفن مبارک تھے، بلکہ وہ زندہ ہیں، روزی دئے

العبادات وکذا امسائہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وقد اجتمعت الامۃ علی ترکہا۔	جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے نازنعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناءُ حالانکہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔

النہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون عبارتیں تھیں، یہ پچاسی کُتب متون و شروح و فتاوٰی کی دو سو سات عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز و گناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالفِ مذہبِ حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطہ عوام اِن تمام روشن و قاہر تصریحاتِ مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیف شافعیہ سے سند لیتے ہیں۔

اوّل :۔ تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی اور کثرت از دحامِ خلائق سے عصر تک اُن کے دفن پر قدرت نہ پائی۔

دوم :۔ سیر النبلاء شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال الدین ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی، پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کوہ دمشق میں۔

اوّلاً :۔ جمیع کتب مذہب کے صریح خلاف میں دو کتب تاریخ پر اعتماد کیسی جہالت شدیدہ ہے۔

ثانیاً :۔ دُنیا میں کیا صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ ہیں، خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لیے اتباع تھے۔ اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چند بار پڑھی؟ بلکہ ہجوم خلائق تھا۔ ہر مذہب و مسلک کے لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہوسکتی ہے، اللہ اکبر امام اعظم

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم الشان، جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل، مجتہد مطلق، سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُس امام الائمہ، سراج الامہ کے مزار پُرانوار کے پاس نمازِ صبح پڑھائی، بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی، نہ رفعِ یدین کیا، نہ قنوت پڑھی۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا:۔ ان صاحبِ قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی اور ایک روایت میں ہے:۔ مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلك المتقسط للمولی علی قاری سبحان اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ امام سے حضورِ امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازۂ امام پر مخالفتِ امام و ترکِ مذہب کرتے۔ یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟

ثالثاً:۔ پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا۔ امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد بن ابوحنیفہ تھے۔ جب انہوں نے پڑھی، پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابنِ حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:۔

ما فرغوا من غسله الا وقد اجتمع من اهل البغداد خلق لا يحصيهم الا الله تعالى كانهم نودی لهم بموته وحزر من صلی علیه فقيل بلغوا خمسين الفا وقيل اكثر واعيدت الصلوٰة عليه ستة مرات آخرها ابنه حماد۔

اِدھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ اُدھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہو گئی، جس کا شمار خُدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی۔ نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے اس سے بھی زیادہ تھے اور اُن پر چھ بار نماز ہوئی، آخر مرتبہ صاحبزادہ امام حضرت حماد نے پڑھی۔

رابعاً:۔ یوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذنِ ولی تھی، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نمازِ دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اُس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جمال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذِ خاص امام جلیل قاضی خان تھے جن کی تصانیف میں جا بجا تصریح ہے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری

نماز والے حنبلی مذہب تھے۔ حنبلیہ کے یہاں جواز ہے۔ جو ہم پر حجت نہیں بالجملہ علماء و عقلاء کا اتفاق ہے کہ :۔

واقعۃ عین لا عموم لہا — خاص خاص واقعے محلِ ہر گونہ احتمال

اُن سے استدلال محض خام خیال، نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام آئمہ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا۔ مگر نااہل، شدید الجہل ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم

مذہب مہذب حنفی میں جنازۂ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ آئمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے۔ خاص اِس کا جزیئہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اُولیٰ بھی اِس سے متعلق کہ غالباً نماز غائب کو تکرار صلوٰۃ جنازہ لازم۔ بلادِ اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہو گی اور دُوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچے گی ولہٰذا امام اجل نسفی نے کافی میں اِس مسئلہ کو اُس کی فرع ٹھہرایا۔ اگرچہ دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اِس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجئے اور بنظرِ تعلق مذکور سلسلۂ عبارات بھی وہی رکھیے :۔

(۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ
(۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ
(۲۱۲) بحر الرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے :۔

وشرط صحتہا اسلام المیت وطہارتہ ووضعہ امام المصلی فلہٰذا القید لا تجوز علی غائب۔

صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مُسلمان ہو، طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

(۲۱۴) متن تنویر الابصار میں ہے :۔

شرطہا وضعہ امام المصلی۔ — جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرط

نمازِ جنازہ ہے۔

(۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی (۲۱۶) نہر الفائق۔

(۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی۔

(۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابو السعود۔

(۲۲۱) درمختار میں ہے :۔

شرطہا حضورہ فلا تصح علی غائب۔ — جنازہ کا حاضر ہونا شرط ہے لہٰذا غائب پر صحیح نہیں۔

(۲۲۲) متن نور الایضاح میں ہے :۔

شرائطہا اسلام المیت و حضورہ۔ — اُس کی شرطوں میں سے میت کا مُسلمان اور سامنے ہونا ہے۔

(۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے :۔

لا یصلی علی عضو و لا علی غائب۔ — میت کے کسی عضو یا غائب پر نماز نہ پڑھے۔

(۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے :۔ محل خلاف الغائب عن البلد اذا لو کان فی البلد لم یجز ان یصلی علیہ حتی یحضر عندہ اتفاقا لعدم المشقۃ فی الحضور۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اِس صُورت میں ہے کہ میت دُوسرے شہر میں ہو اور اگر اُسی شہر میں ہو تو نمازِ غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

(۲۲۶) فتاویٰ خلاصہ میں ہے :۔

لا یصلی علی میت غائب عندنا۔ — ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲۲۷) متن وافی میں ہے :۔ من استہل صلی علیہ و الا لا کغائب۔ جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اُس کی حیات معلوم ہو، پھر مرجائے، اُس پر نماز پڑھی

جائے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں۔

(۲۲۸) کافی میں ہے:۔

لا یصلی علی غائب و عضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلوۃ الجنازۃ تعاد ام لا۔

کسی غائب یا عضو پر ہمارے نزدیک نماز نہیں پڑھی جائے گی برخلاف امام شافعی کے کہ اُن کے نزدیک نمازِ جنازہ دوبارہ ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی۔

(۲۲۹) فتاوی شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:۔

انّ اباحنیفۃ لایقول بجواز الصلوۃ علی الغائب۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب پر نمازِ جنازہ نہیں مانتے۔

(۲۳۰) منظومۂ امام مفتی الثقلین میں ہے:۔

باب فتاوی الشافعی وحدہ ومایہ فقال قلنا ضدہ

وھی علی الغائب والعضو تصح وذاک فی حق الشہید قد طرح

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اُن کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب و عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں۔ والحمد للہ۔ مسئلہ اُولیٰ پر بحث دلائل النہی الحاجز میں بحمد اللہ تعالیٰ بروجہ کافی ہو چکی۔ یہاں بہت اختصار واجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں۔ فنقول وباللہ التوفیق۔ حکم شرع مطہر کے لیے ہے اور اُس پر زیادت ناروا۔

اقول:۔ ای ما کان بدون اذنہ الخاص اوالعام ولوفی ضمن الارسال اوالسکوت فانہ بیان ولیس یسکت من نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہا اذ المستند ولوالی سکوتہ مستند الیہ لازائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولا مقدور کما نص

علیہ الجلۃ الجمد وربل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لا تعلل فافھم ان کنت تفھم۔

حضور پُرنور، سید یوم النشور، بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے۔

لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم۔ — ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلایا کرو۔

رواہ ابنِ ماجہ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے:۔

لا تفعلوا لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلوتی علیہ رحمۃ۔

ایسا نہ کرو، جب میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اس پر میری نماز موجبِ رحمت ہے۔

رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورواہ ابنِ حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث اُخر اور فرماتے:۔

ان ھٰذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم۔

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک میں انہیں اپنی نماز سے روشن فرما دیتا ہوں۔

صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ آلہ قدر نورہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ ونعمہ وافضالہ رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بایں ہمہ حالانکہ زمانۂ اقدس میں صدہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی۔ کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ اُنکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمتِ واللہ نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضورِ اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن و واضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال و فور موجود اور مانع مفقود لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی و مشروع نہیں ہو سکتا۔

دُوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی و واقعہ معاویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اُن میں اوّل دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم و سوم کی سند صحیح نہیں اور لفظ صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہٖ تعالیٰ ابھی آتی ہے۔

اگر فرض ہی کر لیجیے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اِس حاجت شدیدۂ رحمت و نورِ قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی؟ وہ بھی محتاجِ حضور و حاجت مندِ رحمت و نور اور حضور اُن پر بھی رؤف و رحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اِس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اِس حاجت شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ اُن کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب اُن کے کرم کے شایاں ہے؟ ان حالات و اشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتا دے گا کہ وہاں کوئی خصوصیتِ خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہو سکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔

اب واقعۂ بیر معونہ ہی دیکھیے۔ مدینہ طیبہ کے ستّر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن کا سخت و شدید غم و الم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نابکار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ اُن پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

ع　　آخر ایں ترک دریں مرتبہ بے چیزے نیست

اہلِ انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہُوا، مگر ہم اِن وقائع ثلاثہ کا بھی باذنہٖ تعالیٰ تصفیہ کریں ـــــ واقعۂ اولیٰ جب اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہِ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا، سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی، مصلیٰ میں جاکر، صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں رواہ الستۃ عن ابی ہریرۃ وللشیخان عن جابر کنت فی الصف الثانی اوالثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اوّلاً :- صحیح ابنِ حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعاً سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبّر اربعا وھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ۔

رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی مرگیا۔ اُٹھو اس پر نماز پڑھو پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں، حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ اُن کا جنازہ حضور کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابوعوانہ میں اُنہیں سے ہے:۔

فصلّینا خلفہ و نحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

اقول :- ھٰذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحھا کذالک فی عمدۃ القاری وغیرھا من الکتب و وقع فی نصب الرایہ فی روایۃ ابنِ حبان وھم لا یظنون ان جنازتہ بین یدیہ بالاسقاط الا فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھٰذا اللفظ یشیرالی ان الواقع خلاف ظنھم لانہ ھو فائدۃ المعتد بھا فاما ان یکون سمعہ منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم او کشف لہ اھ ـــــ وتبعہ فی الغنیۃ والمرقاۃ وھو کما تری کلامہ نفیس لکن لاحاجۃ الیہ بعد ثبوت الاالذی بین الصحیحین فانہ

اظہروا ان ھو وللہ الحمد و بالجملۃ اندفع بہ ما قال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الی نقل بینۃ ولا یکتفی فیہ بمجرد الاحتمال۔

یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں۔ اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزولِ قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:۔

کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ و صلی علیہ۔

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا حضور نے اُسے دیکھا اور اُس پر نماز پڑھی۔

ثانیاً:۔ بلکہ جب تم مستدل ہو تو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اقول:۔ ای لما تقرر من کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فالظاہر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ وارتضاہ فی الفتح قائلا سبقہ الی ذٰلک الوحامد الخ وکذا استحسنہ الرؤیانی وار بعتہم شافعیۃ و ھذا ما نص علیہ الحنفیۃ والمالکیۃ من الاتفاق علی جواز الصلوٰۃ علی غائب عن القوم والامام یراہ۔

اقول:۔ علی ان فی حدیث عمران نحن لا نرٰی الا ان الجنازۃ قدامنا کما قدمنا انا حدیث مجمع بن جاریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فصففنا خلفہ صفین وما نرٰی شیئا رواہ الطبرانی ردھم من نسبہ لابن ماجۃ مغترا بقول الحافظ اصلہ فی ابن ماجۃ غافلا ان

لہ:۔ تدھم فیہ تقلیداً جامداً مجتہد الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار۔ النبوطانی فی عون الباری غافلین عما ردّ بہ الحنفیۃ وھذا دیدن ھٰؤلاء المدعین الاجتہاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید

لیس عندہ وما نری شیئا وھو المقصود) نفیہ حمران بن اعین رافضی علیٰ ان کلا حکی عن مالہ فلا تعارض ولا یعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل والا لما صحت لما عدا الصف الاول۔

مثالثا:۔ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا۔ وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اِسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا:۔ الصلوٰۃ علی مسلم یلیہ اھل الشرک فی بلد اُخر قال الحافظ فی الفتح ھٰذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انہ لم یصل علیہ فی بلدۃ احدا اھ۔ قال الزرقانی وھو مشترك الالزام فلم یروا فی الاخبار انہ صلی علیہ احد فی بلدہ کما جزم بہ ابو داؤد ومحلہ فی اتساع الحفظ معلوم اھ۔

اقول:۔ ای قد کفانا المؤنۃ بقولہ ھٰذا محتمل۔

ثم اقول:۔ قد یوی لہ ما اخرج احمد وابنِ ماجۃ عن حذیفۃ ابن اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم بغیر ارضکم قال من ھو قال النجاشی۔ ثم رایتہ[1] فی المسند ابوداؤد الطیالسی قال حدثنا المثنیٰ بن سعید عن قتادہ عن ابی طفیل عن حذیفۃ ابن اُسید ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ فھٰذا یقوی

[1]:۔ ثم رأیت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبہ الفاسد ابنِ تیمیہ انہ اختیار التفصیل بجواز الصلوٰۃ علی الغائب ان لم یصل علیہ حیث مات والا لا قال واستدلال لہ بما اخرجہ الطیالسی واحمد وابن ماجۃ وابن قانع والطبرانی والضیاء فذکر الحدیث اقول اما الاستئناس فنعم واما کونہ دلیلا علیہ حجۃ فیہ فلا کما لا یخفی ۱۲ منہ

الاستئناس لمکان القاء نعی قوموا لهٰذا۔ خود امام شافعی المذہب ابوسلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں، سوا اس صورت خاص کے کہ اُسکا انتقال ایسی جگہ ہُوا ہو جہاں کسی نے اُس کی نماز نہ پڑھی ہو۔

اقول اب بھی خصوصیتِ نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا جبکہ اَور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔

رابعًا بعض کو اُن کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض[1] نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت والدارقطنی فی الافراد والبزار عن حمید معًا عن انس فی لہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی واوسطہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنھم اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعتِ اسلام تھی۔

اقول یعنی بیان بالفعل اقوی ہے ولہٰذا مصلّی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو۔ قالہ ابن بزیزۃ وغیرہ من الشافعیۃ القائلین بجواز صلٰوۃ الجنازۃ فی المسجد معتلین لعدم صلٰوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المسجد مع انہ حین نعاہ کان فیہ ھٰذا ولا یذھب عنک ان الطرازن المعلم ھما الاولون۔

تنبیہ غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا: "اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رُو۔"

اقول یہ اُس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اُس کے ادعاپر شبت جہل شدید ہے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے۔ تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا؟ لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح

---

[1] روایت طبرانی میں ہے کہ اس کا قائل ایک منافق تھا ۱۲ منہ

قول ابن حبان انه انما یجوز ذلك لمن فی جهة القبلة قال حجة الجمود علی قصة النجاشی اھ۔ تو اِن مجتہد صاحب کا جہل قابلِ تماشا ہے جن کو سمتِ قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُن کے جنازہ پر نماز اُن کی غیر سمت پر پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے، حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفة ابن اسید رضی اللہ تعالٰی عنه۔

واقعۂ دوم | معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبوک میں اُن پر نماز پڑھی۔

اوّلاً | آئمۂ حدیث عقیلی و ابنِ حبان و بیہقی و ابو عمر ابن عبدالبر و ابن الجوزی و نووی و ذہبی و ابن الہمام و غیرھم نے اس حدیث کو ضعیف بتایا۔ اِسے طبرانی نے معجم اوسط و مسند الشامیین میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیة ابن الولید عن محمد بن زیاد الالھانی عن ابوامامة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

قلت | و من ھذا الطریق رواہ ابو احمد الحاکم فی فوائدہ والخلال فی فوائد سورة الاخلاص وابن عبد البر فی الاستیعاب وابن حبان فی الضعفاء واشار الیه ابن منده۔ اِس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اُس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سُننا نہ بیان کیا بلکہ کہا کہ ابنِ زیاد سے روایت ہے، معلوم نہیں کہ راوی کون ہے؟ بہ اعله المحقق فی الفتح۔

اقول | لکن سند ابن ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابو الحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حوی ثنا بقیة ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامة فذکرہ۔

ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے۔ نیز اس کی سند میں نوح بن عمرو ہے ابنِ حبان نے اُسے حدیث کا چور بتایا یعنی ایک سخت ضعیف شخص جو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اُس سے چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔ قال الذھبی

فی ترجمۃ نوح قال ابن حبان یقال انہ سرق ھذا الحدیث۔

اقول لفظ الحافظ فی الاصابۃ قال ابن حبان فی ترجمۃ العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر لہ ھذا الحدیث سرقہ شیخ من اھل الشام فرواہ عن بقیۃ فذکرہ اھ۔ ولیس فیہ یقال وقد نقل عنہ ھٰکذا الذھبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحا لاغیرہ فانہ لم یذکر نوحًا فی الضعفاء۔

فاقول ظاھر ان نوحًا ھو الشیخ الشامی الذی رواہ عن بقیۃ ولا مشار للشک حتی یثبت شامی اٰخر یرویہ عنہ لاجرم ان جزم الذھبی بانہ عنی بہ نوحًا۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت طبقات ابنِ سعد میں دو طریق سے ہے، ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

لہ تنبیہ لم یرد الحدیث عن اصحابی غیر انس وابی امامۃ اما ما وقع فی نسختی فتح القدیر الطبوعتین بمصر والھند من قولہ بعد ذکر قصۃ النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیرہ من الغیب وھو معاویہ بن معاویہ المزنی ویقال اللیثی رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر اما سقط ھذا بموتہ علی مانف الغازی الواقدی فتصحیف وصوابہ وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر ای وصلی علیھما فقد اخذ کلام الفتح ھٰذا برھۃ الحلبی فی الغنیۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا صلی علی زید وجعفر وکذا اخذہ بتمامہ القاری فی المرقاۃ وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابۃ فلم یذکرہ عن علی ولا عن غیرہ من الصحابۃ سوی انس وابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ۱۲ منہ

قلت ومن هٰذا الوجه اخرجه الطبرانی وابن القلیس وسموی یه فی فوائدہ وابن مندۃ والبیہقی فی الدلائل۔ ذہبی نے کہا، یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر۔ دُوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

قلت ومن هٰذا الطریق اخرجه ابن ابی الدنیا ومن طریقه ابن الجوزی فی العلل المتناهیة والعقیلی وابن سنجو فی سندہ وابن الاعرابی وابن عبدالبر وحاجب الطوسی فی فوائدہ۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا:۔ اِس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابنِ عدی وابوحاتم نے کہا:۔ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم ودارقطنی نے کہا:۔ متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاد امام بخاری نے کہا:۔ وہ حدیثیں دِل سے گھڑتا تھا۔ ابنِ حبان نے کہا:۔ یہ حدیث بھی اُسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ اُس سے چُرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی ذکرہ فی المیزان، ابوالولید طیالسی نے کہا:۔ علاء کذاب تھا عقیلی نے کہا:۔ العلاء بن یزید ثقفی لایتابعه احد علی هذا الحدیث الامن هو مثله او دونه۔ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اُس سے بھی بدتر ذکرہ فی العلل المتناهیة۔ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا:۔ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں۔ قاله فی الاستیعاب ونقله فی الاصابة۔ یونہی ابنِ حبان نے کہا کہ مجھے[1] اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں اثرہ فی المیزان۔

---

[1]:۔ وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشا کیا ہے۔ اوّلاً استیعاب سے نقل کیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاویہ ــــــ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا، پھر کہا، نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی میں روایت کیا۔ اس میں یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا

(باقی اگلے صفحہ پر)

ثالثاً:۔ فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طریق سے ضعیف نہ ہے کما اشارہ الحافظ فی الفتح یا الجزم من غلط لذاتہ صحیح سہی، پھر اس میں کیا ہے! خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر کر دیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی:۔ یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا:۔

اتحب ان اطوی لك الارض فتصلی علیہ قال نعم فضرب بجناحه علی الارض فرفع له سریرہ فصلی علیہ و خلفه صفان من الملئکة کل صف سبعون الف ملك۔

کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں؟ تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا: ہاں۔ جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور کے سامنے ہو گیا۔ اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے

پچھلے صفحے کا حاشیہ:۔

یہ تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے۔ حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے۔ وہ ایک ہی صحابی ہیں، معاویہ نام، جن کے نسب و نسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن۔ ابو عمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معاویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا، جن کے لیے یہ روایت نہیں۔ بہر حال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا۔ معاویہ بن معاویۃ المزنی ویقال اللیثی ویقال معاویۃ بن مقرن المزنی۔ قال ابو عمر وھو اولیٰ بالصواب اھ یعنی معاویہ بن معاویہ مزنی اور کوئی کہتا ہے معاویہ بن مقرن مزنی۔ ابو عمر نے کہا:۔ یہی صواب سے نزدیک تر ہے پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابو امامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ۔

ابواحمد حاکم کے یہاں یوں ہے :۔

وضع جناحه الایمن علی الجبال فتواضعت ووضع جناحه الایسر علی الارضین فتواضعت حتیٰ نظرنا الی مکة والمدینة فصلی علیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وجبریل والملٰئکة ۔

جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا، وہ جھک گئے۔ بایاں زمینوں پر رکھا تو وہ پست ہو گئیں، یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کو نظر آنے لگے اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبریل اور ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اُن پر نماز پڑھی۔

حدیثِ انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں :۔ جبریل نے عرض کی :۔ کیا حضور اُس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں ؟ فرمایا :۔ ہاں ۔

فضرب بجناحه الارض فلم یبق شجرة ولا اکمة الا تضعضعت ورفع له سریره حتیٰ نظر الیه فصلی علیه ۔

پس جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا تو کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہو گیا اور اُن کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیشِ نظرِ اقدس ہو گیا تو حضور نے اُس پر نماز پڑھی۔

بطریق علاء کے لفظ یُوں ہیں :۔

هل لك ان تصلی علیه فاقبض لك الارض قال نعم فصلی علیه

حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں ۔ فرمایا، ہاں ۔ پس حضور نے اُن پر نماز پڑھی ۔

اقول :۔ بلکہ طرزِ کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی، جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنا چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں، فافہم۔

واقعہ سوم :۔ واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابوبکر سے روایت کی :۔

لما التقى الناس بموتة جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر وكشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر الى معركتهم فقال صلى الله عليه وسلم اخذ الراية زيد بن حارثة فمضى حتى استشهد و صلى عليه و دعا له وقال استغفروا له وقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابي طالب فمضى حتى استشهد فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ودعا له وقال استغفروا له وقد دخل الجنة فهو يطير فيها بجناحين حيث شاء۔

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انہیں اپنی صلوٰۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا کہ اس کے لیے استغفار کرو، بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہوا، حضور نے ان کو اپنی صلوٰۃ و دعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا کہ اس کے لیے استغفار کرو۔ وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

اولاً :۔ یہ دونوں طریق سے مرسل ہے۔

اقول :۔ عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبد اللہ بن ابی بکر، یہ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں، یہ صغار تابعین سے اور عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے ہیں۔

ثانیاً:۔ خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں؟ یہاں تک کہ ذہبی نے اِن کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا۔

اقول:۔ وزدت ھٰذا مشایعۃ الاوّل وکلاھما الزام فالمرسل نقبلہ والواقدی نوثقہ۔

ثالثاً۔ اقول:۔ عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخِ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے۔ کما فی المیزان تو مرسل نامعتمد ہے۔

رابعاً:۔ خود اِسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھا دیئے گئے تھے۔ معرکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھا۔

اقول:۔ لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتھا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلھما بزمان فکیف یکفی الرؤیۃ مع اشتراط کونھا امام المصلی الا ان یقال انما ارید الرد علی الاحتجاج الصلوٰۃ الغیب وقد کم واذا ثبت فیھا قولنا ثبت فیھا قولنا ثبت ذٰلک الشرطلنا لان الرؤیۃ مع الاستدبارۃ لا تمکننا۔

خامساً۔ اقول:۔ کیا دلیل ہے کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی نمازِ معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا۔ عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوقِ روایت اِسی میں ظاہر کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس وقت منبرِ اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبرِ انور دیوارِ قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رُو بجاضرین و پشت بہ قبلہ جلوس ہو اور اِس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اُترنے پھر تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز برخلاف روایتِ نجاشی اِس میں نمازِ صحابہ بھی نہیں، نہ یہ کہ حضور نے اُن کو نماز کے لیے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ ہے؟

نیز اِسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اُن پر صلوٰۃ کا ذکر نہیں۔ اگر نماز ہوتی تو اُن پر بھی ہوتی۔ ہاں درود کی اِن دو کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے، اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکامِ عامّہ سے نہیں۔ وجہ اُس حدیث

سے ظاہر ہو گی کہ جس میں اِن دو کرام کا حضرت ابنِ رواحہ سے فرق ارشاد ہوا ہے اور یہ کہ اُن کو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہوا تھا۔

وھو فی آخر ھٰذین المرسلین دواہ البیھقی عن طریق الواقدی بسندیہ والیہ اشار فی حدیث ابنِ سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً رأیت فی بعضھم عراضاکانہ کرہ السیف۔

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں۔ نماز غائب جائز ماننے والے شہید معرکہ پر نماز نہیں مانتے تو باجماعِ فریقین یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہونا لازم، جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی اور امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ علی قبورِ شہداءِ اُحد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دُعا ہونے پر اجماع ہے۔ کما اثرناہ فی النھی الحاجز حالانکہ وہاں تو صلّی علیٰ اھل احد صلوٰۃ علی المیت ہے۔ یہاں اِس قدر بھی نہیں ــــ وہابیہ کے بعض جاہلانِ بے خرد مثل شوکانی صاحبِ نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلوٰۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول۔ اوّلاً :۔ ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقتِ شرعیہ صلوٰۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے اور یہ معنی خود نمازِ جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ نہ قرأت نہ قعود، الثالث عندنا والباقی اجماعاً ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دعائے مطلق اور صلوٰۃ مطلقہ میں برزخ ہے کما اشارہ الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ لاجرم امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نمازِ جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے :۔ سماھا صلوٰۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود۔ عمدۃ القاری میں ہے :۔ لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراك ولکن بطریق المجاز۔

ثانیاً :۔ صلوٰۃ کے ساتھ جب علٰی فلان مذکور ہو تو ہرگز اُس سے حقیقتِ شرعیہ مُراد نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :۔ یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ــ اللھم صل وسلم وبارك علیہ وعلیٰ اٰلہ کما تحب

و ترضیٰ ـــ و قال :ـ وصلّ علیھم ان صلوٰتك سکن لھم ـــ

و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلّم :ـ اللّٰھم صلّ علیٰ اٰل ابی ادنیٰ۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اے النبی! تو آلِ ابی ادنیٰ پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ۔ کیا صلوٰۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

تنبیہ :ـ بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے :ـ" والآن در حرمین شریفین متعارف است کہ چوں خبر می رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلادِ اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے میکنند و بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند۔ از قاضی علی بن جاراللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن ایں نماز؟ گفت دعائے است کہ میکنند فلا بأس بہٖ ـــ تمام نصوص صریحہ کُتب معتمدہ و اجماع ائمہ مذہب کے مقابل گیارہویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہیے تھی۔

ا۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ و الدین ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ کہ متاخرین تو متاخرین خود اُن کے معاصرین اُن کے لیے مرتبۂ اجتہاد کی شہادت دیتے تھے۔ ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب کو نہ چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یوں فرماتے :۔

لوکان الیّ شیئی لقلت کذا۔ اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یوں کہتا

(دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین و کتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرھما) پھر جو بحث وہ کرتے ہیں۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مسموع نہ ہوگی، اُس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔

ـــ ردالمحتار نواقض مسح الخف میں ہے :ـ

قد قال العلامۃ قاسم لا عبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام اذا خالف المنقول۔ علامہ قاسم نے فرمایا کہ ہمارے استاذ امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں۔

اسی طرح بنایات الحج میں ہے ـــ نکاح الرقیق میں علامہ نورالدین علی مقدسی سے ہے۔

الکمال بلغ رتبۃ الاجتھاد و ان کان البحث لا یقدم علی المذھب امام ابن الہمام رتبۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ بحث مذہب پر غالب نہیں آ سکتے۔

پھر جسے ادنیٰ لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں جمیع آئمۂ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابلِ التفات؟ ـــــ طحطاوی باب الحدث میں ہے:۔

النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معہ۔	نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقولی ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

۲۔ تصریح ہے کہ خلافِ مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔ ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلوٰۃ الخوف میں ہے:۔

لا یعمل بہ لانہ قول البعض۔	اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے۔

تو جو ایک کا قول بھی نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے؟۔

۳۔ نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاویٰ پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متواترہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتاء میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے۔

لا یعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون۔	اس پر عمل نہیں کہ اطلاقِ جملہ متون کے خلاف ہے۔

جب نہ متون بلکہ صرف اطلاقِ عبارات متون کا مخالف ناقابلِ عمل تو جو متون و شروح و فتاویٰ سب کے خلاف ہے اُس پر عمل کیونکر محتمل؟

۴۔ پھر وہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو۔ نمازِ جنازہ مجرد دعا کے مثل زنہار نہیں۔ دعا میں طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان، استقبالِ قبلہ، تکبیرِ تحریمہ اور قیام تحلیل استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں اور نمازِ جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں۔ کیا اگر کچھ لوگ اُسی وقت پیشاب کر کے، بے استنجا، بے وضو، بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور اُن میں سے ایک شخص قبلہ کو پشت کر کے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے اور باقی کچھ اُس کے آگے، کچھ برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُتر دکھن پورب مختلف جہتوں خلافِ قبلہ کو منہ کیے ہوں۔ وہ پشتو میں کہے:۔ الٰہی اس میت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں تو کوئی عاقل کہہ

سکتا ہے کہ نمازِ جنازہ ادا ہوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں ؛
"دعائے ست کہ می کنند فلا باس بہ"۔ اجماعِ آئمہ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالت شدیدہ ہے ؟ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارہویں صدی کے ایک عالم تھے۔ مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے۔ پیر اس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیئتہ — عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔

رواہ الحسن بن علی الحلوانی استاذ مسلم وابن عدی والبیہقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :۔ عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اس سے رجوع کر لیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے۔ ذکرہ المناوی فی فیض القدیر۔

خدارا انصاف! ذرا یوں فرض کر دیکھیے کہ کتبِ مذہب میں جوازِ نمازِ غائب و تکرارِ جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں اور ایک قاضی ممدوح نہیں، ان جیسے دو سو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتبِ مذہب کے مقابل اُن دو سو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے۔ اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتبِ مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص اُن سب کے خلاف گیارہویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہے۔ ہم ان کی مانیں یا کتبِ مذہب کو حق جانیں؟ اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام آئمہ مذہب کا اجماع؛ تمام کتبِ مذہب کا اتفاق، سب بالائے طاق اور تنہا قاضی ممدوح کی تقلید کا استحقاق۔ اس ظلم صریح وجہلِ قبیح کی کوئی حد ہے؟ مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا۔

الغریق یتشبث بالحشیش — ڈوبتا ہوا تنکا پکڑتا ہے۔

وباللہ العصمۃ۔ مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اس میں یہ حکایت بغرضِ استناد، نہ شیخ کو اس پر تعویل واعتماد۔ وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر یوں بتا رہے ہیں :۔ "مذہب امام ابو حنیفہ ومالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ آنست کہ جائز نیست

پھر اِس پر دلیل بتا کر مخالفین کے جواب دیے ہیں۔ نیز اِس حکایت کے متصل ہی حضور پر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نمازِ غائب کی وصیت، نقل کر کے اُس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پُر نور غوثیت مآب؟ مبادا غلامانِ حضور اِس سے حنفیہ کے لیے جواز خیال کر لیں، لہٰذا معاً اُس پر تنبیہ کو فرما دیا کہ:۔ "ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد بن حنبل جائز است"۔۔۔ اگر شیخ کو اِس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفعِ وہم نہ فرماتے بلکہ اِسے اس کا مؤید ٹھہراتے کما لا یخفی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم

اولاً:۔ جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نمازِ غائب و تکرار نمازِ جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں تو امام کا شافعی المذہب ہونا اِس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔ ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔

رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد والنسائی عن امیر المؤمنین علی و نحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین و عن عمر بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ثانیاً:۔ یہاں اطاعتِ امام کا حیلہ عجیب بادر ہوا ہے۔ بھائیو! وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اُس کی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اُس کی اطاعت تم پر کیوں ہو اور جب تمہارے مذہب میں وہ گناہ و ناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اُس کی اقتدا ہی کب روا ہے۔ یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح و شنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے۔ اُس نے کہا کہ یہ الفاظ غلط باندھے ہیں۔ کہا کہ بضرورتِ شعری۔ کہا:۔ بابا شعر گفتن چہ ضرور؟

ثالثاً:۔ جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحر الرائق وغیرہ

اہل سنت کے کسی دُوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ کی اقتدا کرے تو اِس میں ہمارے
آئمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں، اُن میں
اُس کی پیروی نہ کرے، اگرچہ اُس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وُہ
قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نمازِ جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔ عنایہ شرح
ہدایہ میں ہے:- انما یتبعه فی المشروع دون غیرہ — تنویر میں ہے:-
یاتی المأموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتاً — بحر میں ہے:- لو کبر
خمسا فی الجنازۃ لایتابعه فی الخامسة۔ جب بعدِ اقتدا یہ حکم ہے تو قبلِ اقتدا
امر ناجائز و نامشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکر ممکن۔ غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ
ہے۔ باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آجکل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے۔ ہر
شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اُس کے رد میں بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے
رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔ واللہ المستعان علی اہل طغیان و اٰخر دعوانا
ان الحمد للہ رب العالمین و افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام علی
سید المرسلین محمد و اٰلہ واصحابه اجمعین۔ اٰمین۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔